ہماری معاشی بدحالی
اور
اسلام

اللہ تعالیٰ کے دین سے روگردانی، معاصی کا ارتکاب، دین اسلام کی تضحیک اور دعوت الی اللہ کے فریضہ کو ترک کر دینا بھی معاشی بدحالی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت میں رازق حقیقی کی جانب سے اس بات کی سزا ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے حقیقی فرض سے غفلت برتی ہے۔

اس کے برعکس اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے معاش کے دروازے کھول دیتے ہیں جن کے دل خوفِ خداوندی سے لبریز ہیں۔ تقویٰ اور مکارم اخلاق سے مزین، دینِ الٰہی کی سربلندی کے لئے ہمہ تن مصروف جہاد ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے،

وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۔ الطلاق - ۳

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ (تقویٰ اختیار کرے) اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں، کہ یہ آیت عوف ابن مالک اشجعی کے بارے میں نازل ہوئی، عوف بن مالک کے صاحب زادے کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے لختِ جگر کی دشمنوں کے ہاتھوں گرفتاری کا تذکرہ کیا۔ اور ساتھ ہی اپنی تنگی وفاقہ کی بھی شکایت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتق اللہ واصبر واکثر من قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ" اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، صبر کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھو۔ انہوں نے اس پر عمل کیا، چنانچہ ان کے بیٹے

کو بھی رہائی مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے معاشی تنگی بھی دور فرمادی :" (التفسیر الکبیر جلد ۳۰)

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے ، ارشاد ہے :

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔ (الاعراف - ۹۶)

اور اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم ان پر ضرور آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے ، لیکن انہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایمان و تقویٰ کی زندگی نہ صرف آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی ضامن ہے ، بلکہ دنیوی زندگی میں بھی زمین و آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ۔

ہم جس اصول کو بیان کر رہے ہیں اس کی وضاحت سورۃ نحل کی اس مثال میں بڑے لطیف پیرایہ میں بیان کی ہے ۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۔ (النحل - ۱۱۲)

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت (عجیبہ) بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن و اطمینان میں تھے ، ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں ، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری کی ، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب بھوک و خوف کا مزا چکھایا۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بات بتادی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور اسکی عطا کردہ نعمتوں کی ناقدری اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنتی ہے ، اور یہ عذاب قحط سالی اور چاروں طرف سے دشمنوں کا خوف بھی ہو سکتا ہے ۔ تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کو قحط سالی اور دشمنوں کے حملوں میں مبتلا کر دیا ، جنہوں نے اس کے دین سے روگردانی کی تھی ۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے ہیں جن کے دلوں میں ایمان محکم ہے ، جن کے اعمال صالحہ ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے باعزت روزی کا وعدہ فرمایا ہے ۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۔ (الحج - ۵۰)

باقی صفحہ ۴۳ پر

آگ کے شعلے جب بھڑک اٹھے اور دھواں فضا میں پھیل گیا تو پرندے تک اپنی چونچوں میں پانی کے قطرے لا لا کر آگ پر ڈالنے لگے مگر ایک دو شریر الطبع حیوان بھی تھے جو دور سے آگ کو پھونکتے رہے کہ اور بھی بھڑک جائے۔ آگ نہ پرندوں کے چند قطروں سے بجھ سکتی تھی نہ کسی جانور کے پھونک سے بھڑک سکتی تھی، مگر یہ خدا کی تقسیم ہے۔ اپنی اپنی ہمت ہے، کسی نے حق کے لئے اپنی محبت و اخلاص کا مظاہرہ کیا، کسی نے حق دشمنی کا، کچھ جانور حلال اور پاک تھے، اور کچھ حرام اور مردار۔ ہر ایک نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا، ایسے موقع پر نیت ہر ایک کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ تیرے عاشق بندہ کے لئے ساری دنیا جمع ہے کہ اسے جلا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو اجازت دی کہ جا کر حضرت ابراہیمؑ سے حالت دریافت کرو اگر وہ تجھ سے مانگتا ہے تو کر لو۔

حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے ابراہیم! میں جبرائیل ہوں۔ میری قوت اور طاقت تو جانتے ہو اور ان کی طاقت تو اتنی کہ قرائے لوط و سدوم کو آسمانوں تک اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ لاکھوں کی آبادی پر پتھروں کی بارش برسا دی اور زمین اوندھی کر دی۔

حضرت ابراہیمؑ کو کہا میں تیرا خادم حاضر ہوں، حکم دو کہ ان سب کو مع لاؤ لشکر کے ابھی ختم کر دوں۔ یہ ایک امتحان تھا شاگرد سارا سال استاد سے پڑھتا ہے۔ مگر امتحان کے وقت پرچہ میں کسی سے مدد مانگے تو امتحان میں فیل ہو جاتا ہے۔ تو اس امتحان کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اور سارے عالم کو بتلاتے ہیں کہ میرے ساتھ عشق رکھنے والا بندہ کیسا ہے؟ اسکی استقامت دیکھیں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تو اپنی مرضی سے کہہ رہا ہے، یا اللہ تعالیٰ کیطرف سے، کہا اپنی طرف سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اما الیک فلا۔ تیری مدد نہیں مانگتا یہ تو عشق ہے خدا کی راہ میں قربان ہوتا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: مجھ سے نہیں تو اللہ سے مانگ لے کہ وہ اس مصیبت سے نجات دے۔ فرمایا: حسبی من سوالی علمہ بحالی۔ خدا مجھے دیکھتا ہے۔ میری حالت اسے معلوم ہے تو اس کا علم میرے حال پر کافی ہے۔ سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو اسکی رضا ہو، وہی میری رضا ہے۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔

—— تو حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق بھی دیا کہ اسلام کی حفاظت و بقاء کیلئے جتنا بھی ہو سکے کوشش کرو۔ پرندوں کی طرح باطل کی آگ بجھانے کے لئے دو دو قطرے کیوں نہ ہو سکیں آگ پر ڈالنے کی سعی کرو۔ دین کی حفاظت تو خود اس کے ذمہ ہے، ہماری ہمت اور سعی اور نیت کا امتحان ہوتا ہے —— انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون —— اللہ دیکھتا ہے کہ:

لوگ آگ بجھانے والے پرندے بنتے ہیں یا آگ بھڑکانے والے شریر الطبع جانور باقی حفاظت کرنا خدا کا کام ہے۔ آگ سے بھی باغ بنا سکتا ہے۔

قیصر روم نے حضرت عمرؓ کے شہید کرنے کے لئے آدمی بھیجا، اس نے آکر دیکھا کہ حضرت عمرؓ درخت کے سایہ میں سوئے ہیں، درہ سرہانے رکھا ہوا ہے۔ کافر تاک میں رہا آکر دیکھا کہ ان کے ارد گرد شیر گھوم پھر رہا ہے حفاظت کر رہا ہے۔ خوف کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت عمرؓ بیدار ہوئے، کافر کو ہوش میں لایا گیا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا یہ تو پھر بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتلا دو کہ یہ شیر اور درندے کیسے آپ کے مسخر ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو شیر کا پتہ نہیں تھا، ولی کیلئے اپنی کرامت کا علم ہونا ضروری نہیں۔ تو فرمایا کہ یہ تو مدینہ ہے آبادی ہے۔ یہاں شیر کہاں سے آیا؟ اتنے میں غیبی آواز آئی کہ اے عمرؓ! تم خدا کے دین اور امت کی مدد کرتے ہو۔ اسکی اتحاد و ترقی میں مشغول ہو تو خدا کی کل مخلوق تیری خواہ مخواہ اور ہمدرد ہو گی۔

—— تو جب حضرت ابراہیمؑ نے ایمان و استقامت کا کامل مظاہرہ فرمایا تو آگ کو خدا نے خود گلزار بنا دیا۔ بردًا وسلامًا علی ابراھیم۔ ہوگیا اور آگ کی معمولی تپش سے بھی خدا نے محفوظ رکھا۔

پھر ایک موقع آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو پورے ملک اور قوم کو چھوڑنا پڑا۔ یہ دوسری عظیم قربانی تھی۔ ملک و وطن قوم قبیلہ سب سے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ پھر جب اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کی آبادی کا موقع آیا تو شیر خوار معصوم بچے اور محبوب رفیقۂ حیات حضرت ہاجرہؓ کو ایک ویران اور سنسان وادی۔ وادی غیر ذی زرع۔ میں جاکر چھوڑ دیا۔ یہ اللہ کے احکام پر تسلیم و انقیاد کے مظاہرے تھے۔ نارِ نمرود کے موقع پر اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جان کی قربانی تو آسان ہے، مگر اولاد اور بیٹے کی شکل تو اب اللہ نے یہ امتحان بھی پورا کرنا چاہا۔ حکم ہوا کہ اپنے جگر گوشہ اسماعیل کو ذبح کر دے، میری راہ میں بڑھاپے کا یہ سہارا جوان بیٹا قربان کر دے۔ لوگ اپنے آرام و راحت اور ہر عیش و عشرت اولاد ہی کے لئے قربان کرتے ہیں۔ آپ نے سب کچھ اللہ کے لئے قربان کر دیا۔ اپنے بیٹے سے کہا: یا بنیَّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ اے بیٹے مجھے حکم ہوا ہے۔ وہ بھی خواب کا حکم تھا۔ دوسرے لوگ اس کی تعبیر میں تاویل ڈھونڈتے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے خواب اور جاگنے کا حکم برابر تھا۔ فرمایا: کہ اے بیٹا میں تجھے اللہ کے حکم پر ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اطاعت شعار اور پیکرِ صبر و رضا تھے۔ فرمایا: ابا جان جلدی کیجئے اللہ کے حکم کے سامنے میں گردن نہاد اور صابر و شاکر ہوں۔ یا ابتِ افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ

من الصابرین ـــــ انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ مجھے اوندھا لٹادیں اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں۔

ادھر اللہ نے قربانی قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل کے بدلے حضرت ابراہیمؑ کی سنت قربانی قیامت تک جاری فرمادی۔ آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی سنتوں کی احیاء کرتے ہیں۔ قربانی اور حج حضرت ابراہیمؑ کے اعمال اور قربانیوں کی یاد ہے۔ دوسرا سبق یہ بھی ہوا کہ اولاد کو والدین کا فرمانبردار ہونا چاہیئے جو اولاد ماں باپ کی عظمت اور احترام نہیں کرتے وہ دوزخی ہے۔ والدین خفا ہیں۔ تو جہنم کے در دروازے اس کے لئے کھلے ہیں۔ خوش ہو تو جنت کے در دروازے کھلے ہیں ـــــ

ولا تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما۔ انہیں محبت اور ادب کی نظروں سے دیکھنا چاہیئے، جھڑکنا بھی جائز نہیں، شفقت و محبت سے دیکھنے کا بھی حج اور عمرہ کے برابر ثواب ہے۔ آجکل دوست احباب کے لئے تو ادب ہوتا ہے۔ ان کے لئے مرغ پلاؤ ہے۔ مگر بوڑھے ماں باپ کو جتنا ڈانٹ سکتے ہیں دریغ نہیں کرتے۔ حضرت اسماعیلؑ ایک روایت کے مطابق بارہ سال کے تھے۔ مگر باپ کے سامنے گردن نہاد ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ ایک صحابیؓ کی وفات کے وقت زبان بند تھی۔ کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ماں اس سے ناراض تھی۔ فرمایا لکڑیاں جمع کرکے لے آؤ، اسے جلادیں ماں ڈر گئی، پریشان ہوئی۔ فرمایا: اس کا انجام تو ویسے بھی یہی ہے۔ جب تک تو اسے معاف نہیں کرے گی، ماں نے اُسے بخش دیا، کلمہ طیبہ بھی اس وقت اس کے بیٹے کی زبان پر جاری ہو گیا۔

مگر اس وقت عجیب حالت ہے۔ جیساکہ حضورؐ نے فرمایا تھا۔ قیامت سے قبل عالم اکبر کا مزاج ہی بگڑ جائے گا۔ اولاد ماں باپ کا آقا بن جائے گی۔ مالک اور غلام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔ الغرض حضرت ابراہیمؑ کا عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے۔ قربانی دیتے وقت ہمیں یہ بات مستحضر کرنی چاہیئے۔ کہ یا اللہ ہم تیری مرضی کے لئے اپنی جان دینے سے اپنی اولاد سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ نوجوانوں کو سوچنا چاہیئے کہ ہم حضرت اسماعیلؑ کی طرح والدین کی اطاعت کا شیوہ اختیار کریں گے اور اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ یہ اجتماع عید مبارک ہے تو استغفار کا وقت ہے جو حدیث کی بنا پر دلوں سے زنگ کو دور کرتا ہے۔ شیطان نے کہا میں انسانوں کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لاازال اغفر لھم ما استغفروا۔ جب تک یہ استغفار کریں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت اور ہدایت دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔